قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد مبادی پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ہست بتدریج مشہور

مسمّیٰ بہ

الہادی

جلد | بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل اغتبابات کلید مثنوی و تشریح حل القرآن و امثال عبرت و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارۂ محمد عثمان عامی در ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندگی نور بر صدق رسید گردد

لہ التقصیر العام احزو من حدیث تفن سنا کتاب لعدو تخمی اما مرجم

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شایع ہوتا ہے

مقاصد و ضوابط رسالہ الہادی

۱- اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ÷

۲- رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے

۳- ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع ہوتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

۴- رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ ۲ مع محصول للعہ علاوہ اُن حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی-پی- کیا جاتا ہے اور سی-پی کی صورت میں ۲ خرچ رجسٹری ۲ فیس منی آرڈر اضافہ کرکے عہ کا وی-پی- ہوجاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔ اور رسالہ ہذا مع ٹائٹل کے ۴۸ صفحہ کا ہوتا ہے

۵- ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶- رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

۷- رسالہ ہذا کی پُرانی جلدیں بھی موجود ہیں مگر اُنکی قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے بجائے عہ مع محصول کے (عہ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے

المشتہر

محمد عثمان - مدیر رسالہ الہادی دریبہ کلاں دہلی

اس سے یہ ثابت نہیں ہوا۔ کہ حضرت عیسےٰ مرچکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس سے
رفع جسمانی بھی ثابت نہ ہوگا۔ سو یہ مسلمانوں کے لئے کچھ مضر نہیں۔ کیونکہ اگر رفع جسمانی
قرآن سے ثابت نہیں۔ تو اوس سے اسکی نفی بھی ثابت نہیں۔ پس قرآن رفع جسمانی
سے ساکت ہے اور احادیث ناطق۔ پس احادیث پر عمل و اعتقاد واجب ہوگا
اب ہم پھر تفسیر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے عیسےٰ
میں خود تمہیں وفات دوں گا۔ اور یہود تمکو نہ مار سکیں گے۔ اور اوسکی یہ تدبیر کرونگا
کہ تمکو بجسد عنصری اپنی طرف آسمان پر اٹھا لوں گا) اور (اسطرح) ان (گندے) کافروں
(کے اختلاط) سے تم کو پاک کرونگا۔ اور تمھارے پیروی کرنے والوں کو (جو کہ حقیقۃً
مسلمان اور سچے عیسائی ہیں جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صحیح
دین عیسوی پر تھے) ان لوگوں سے قیامت تک بالا رکھونگا۔ جو کہ کافر ہیں۔ اور
بعد تم سب کی (جن میں مسلمان اور سچے عیسائی اور مُحرف اور مُبدل عیسائی اور
یہودی وغیرہ سب داخل ہیں) میری طرف واپسی ہوگی اور واپسی میں تمہارے
اُن امور میں (عملی) فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف (اور تنازع) رکھتے تھے جسکی
تفصیل یہ ہے۔ کہ جو لوگ کافر ہیں اونکو سخت عذاب دوں گا۔ دُنیا میں بھی اور
آخرت میں بھی۔ اور اون کے کوئی مددگار نہوں گے (جو انکو عذاب سے بچالیں)
اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اونکو خدا ان کے پورے معاوضے
دے گا۔ اور (اصلا ظلم نکرے گا۔ کیونکہ) خدا ظالموں کو پسند نہیں کرتا دیر
خود کیوں ظلم کرنے لگا) **ف** کفار کی سزا میں دنیا کا ذکر استطرادا ہے۔ اور
مقصود سزائے آخرت ہے اور فائدہ اس استطراد کا مبالغۃ فی التہدید ہے
فلا اشکال۔ اور الذین اتبعوک سے مراد متبع کامل ہیں پس اس زمانہ میں مسلمانوں
کے مغلوب نصاریٰ ہونے کی بناپر آیت میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ اوسکا
منشا ترک اتباع ہے اور غلبہ مشروط بالاتباع (اوس کے بعد حق تعالےٰ
فرماتا ہے کہ) یہ بجالیکہ ہم اسکو تمہیں پڑھکر سُناتے ہیں آیات خداوندی اور

۲۴۳

حکیمانہ نصیحت سے ہیں (پس لوگونکو چاہئے۔ کہ اونکو مانیں اور اونپر عمل کریں۔ یہاں تک حضرت عیسےٰ کے واقعی حالات بیان کرکے اون کے مخالفین کی غلطی کو ظاہر کیا گیا تھا۔ اب ان کے مدعیان اتباع کی غلطی ظاہر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ مخالفین نے عیسےٰ کے باب میں یہ غلطی کی کہ اون کو جھوٹا قرار دیکر اون کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور موافقین نے ان کے باب میں یہ غلطی کی۔ کہ اونکو بے باپ کے پیدا دیکھکر اونکو خدا کا بیٹا اور خدا اور ثالث ثلثہ کہنے لگے۔ اس کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) عیسیٰ کی حالت اللہ کے نزدیک آدم کی حالت جیسی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انکو مٹی سے بنایا اوس کے بعد اون سے کہا۔ کہ (انسان ہو جاؤ۔ سو وہ (انسان) ہو گئے (پس جس طرح آدم بے ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ اور اس لئے نہ وہ خدا ہوئے نہ خدا کے بیٹے اور نہ ثالث ثلثہ۔ اسی طرح عیسےٰ بے باپ کے پیدا ہونیسے خدا کے بیٹے یا خدا وغیرہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ بندہ ہی ہیں۔ خدا نے اُن کو اپنے حکم سے پیدا کیا۔ یہ بات) بالکل صحیح اور تمھارے رب کی جانب سے ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا (ایسا نہ ہو کہ عیسائیوں کے مغالطہ میں آجاؤ اور جبکہ یہ بالکل صحیح ہے اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں) پس جو شخص (تمہیں مغالطہ دینے کے لئے) تم سے اسمیں حجت کرے۔ بعد اس کے کہ تمہارے پاس اس کا صحیح علم آچکا ہے (اور اس روشن حقیقت سے منکر ہی رہے) تو (اسکا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ) آپ (اوس سے) کہدیجئے۔ کہ آؤ ہم (مسلمان) اور تم (نصاریٰ) اپنے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنے اپنے مردوں کو بلائیں۔ پھر تضرع کے ساتھ دعا کریں۔ اس طور پر کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں (ہم اس انتہائی فیصلہ پر اسلئے تیار ہیں کہ) یہ (بیان کہ عیسےٰ کی حالت آدم کی حالت جیسی ہے) بالکل صحیح بیان ہے۔ اور اصل حقیقت یہی ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہی غالب و حکمت والے ہیں (اور کوئی

۳

نہیں اسلئے ان کے سوا کوئی معبود بھی نہیں۔ کیونکہ مغلوب اور نادان کیونکر معبود ہو سکتا ہے۔ پس عیسٰےؑ کسی طرح خدا نہیں ہو سکتے) اب اگر (اس انتہائی فیصلہ سے بھی) وہ پھر جائیں۔ تو (پھر خدا ان سے سمجھے گا کیونکہ) حق تعالیٰ فساد پھیلانے والوں سے خوب واقف ہے۔ (اوس انتہائی اتمام حجت کا مقتضا۔ یہ تھا۔ کہ ان سے بالکل خطاب چھوڑ دیا جاتا۔ مگر باقتضاے رحمت و رافت پھر انہیں مخاطب بناتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ گو انکا عناد اور ہٹ دھرمی انتہا کو پہنچ چکی ہے مگر:۔

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى
كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا
مُسْلِمُوْنَ ۝ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ
التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ
حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ
اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّ
لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا

تم (نصیحت نہ چھوڑو۔ اور ان سے) کہو کہ اے اہل کتاب تم ایسی بات کی طرف آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں (مسلم) ہے (اور ہمارے اور تمہارے درمیان اس میں اجمالاً اتفاق ہے۔ گو تفصیل میں تم نے اپنی جہالت سے اختلاف پیدا کر لیا ہے۔ یعنی یہ) کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں۔ اور نہ اس کے ساتھ کسیکو شریک کریں اور نہ خدا کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو (جو ہماری ہی طرح مخلوق و مملوک و محکوم وغیرہ ہیں) خدا بنالیں (یعنی تم ان باتوں کو قبول کرو۔ جیسا کہ تم کرتے ہو۔ اور ان کے صحیح معنی میں عمل کر کے اس اختلاف کو اٹھا دو جو ہمارے اور تمہارے

۳۵

النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَدَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَکُمْ ؕ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ اَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ ۝ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

درمیان ہے یعنی عیسےٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا یا ثالث ثلثہ ماننا چھوڑ دو کیونکہ ان کا خدا وغیرہ ماننا اور اسکو منافی توحید نہ سمجھنا۔ کھلا ہوا جہل اور مکابرہ ہے) پس اگر وہ (اپنے اس مسلم اصول سے) پھریں (اور صحیح معنی میں اوس کے ماننے سے انکار کریں) تو (اون سے) کہدو کہ (تم نہیں مانتے تو تم جانو) تم گواہ رہو۔ کہ ہم مسلمان (اور شرک سے سخت بیزار) ہیں (یہاں تک نصاریٰ سے خطاب فرما کر اب گفتگو کو تمام کرتے ہیں۔ اور مشترکہ طور پر یہود و نصاریٰ کو خطاب فرماتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے متعلق الگ الگ بحث ختم ہوئی۔ اب ہم مشترکہ طور پر دونوں سے گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ) اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ (کو اپنے مذہب پر بتلا کر ان) کے (باب) میں (ناحق) کیوں حجت کرتے ہو۔ حالانکہ توریت و انجیل تو ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں (اور ان کے وقت میں ان کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر وہ تمھارے مذہب پر کیسے ہو سکتے ہیں) کیا تم بالکل ہی نہیں سمجھتے (کہ اتنی موٹی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ اس جگہ یہ شبہ کہ شاید انکا یہ مطلب ہے۔ کہ چونکہ تمام انبیاءؑ کے اصول ایک ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے انکے اصول مذہب وہی ہیں جو ہمارے ہیں محض غلط اور لایعنی ہے۔ کیونکہ اگر ان کا یہ مطلب ہوتا تو اس کا دوسرا جواب ہوتا۔ اور جبکہ یہ جواب دیا گیا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ ان کا وہ مطلب نہ ہو۔ الحاصل قرآن کے جواب پر محض احتمال سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فی نفسہ احتمال

ع ۱۵ ۳

دونوں ہیں اور جواب سے ایک احتمال یقینی ہے ہاں اگر کوئی ثابت کر دے کہ
ان کا یہ مطلب نہیں تھا۔ بلکہ دوسرا تھا۔ تو اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور اس کا
جواب دیا جاوے گا مگر یہ کسی کے امکان میں نہیں۔ لہذا یہ اعتراض ساقط ہے)
ارے تم وہ ہو کہ تم نے اِن امور میں محبّت کی۔ جن کا تمکو (فی الجملہ) علم تھا (مثلاً
حضرت عیسیٰؑ کے اور موسےؑ کے مذہب کے متعلق۔ اور یہ حجّت ایک حد تک
معقول تھی) پس تم اُن باتوں میں حجّت کیوں کرتے ہو۔ جن کا تمہیں (مطلق)
علم نہیں (جیسے ابراہیمؑ کا مذہب۔ اور اس طرح اپنی بے عقلی کو کیوں ظاہر کرتے ہو
الغرض تمہارا یہ مناظرہ محض بے قاعدہ ہے) اور (حقیقت یہ ہے کہ)
خدا جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے۔ (پس تم علم کا معارضہ جہل سے نہ کرو۔
اور خدا کی بات کو نہ جھٹلاؤ حقیقت یہ ہے کہ) نہ ابراہیم یہودی تھے اور نہ
نصرانی۔ بلکہ وہ سیدھے مسلمان تھے۔ (جن میں کجی کا نام تک نہ تھا) اور مشرکین
میں سے بھی نہ تھے (جیسا کہ تمھارے دوسرے بھائی اہل مکّہ کا خیال ہے
مذہبی حیثیت سے) ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے
ان کا پورا اتباع کیا۔ (یعنی اُنکی اُمّت) اور (ان کے بعد) یہ نبی اور (انکو ماننے
والے) مسلمان (کیونکہ ان کا مذہب اصولاً تو ان کے ساتھ موافق ہے ہی اکثر
فروع میں بھی ان کے موافق ہے۔ یہ حمایت ہے حق تعالیٰ کی مسلمانوں کے
لئے۔ کہ اس نے ان کے فریق کو مسکت جوابات دیے) اور حق تعالیٰ (مسلمانوں
کا (صرف اسی) ایک واقعہ میں حامی نہیں۔ بلکہ وہ ان کا علی الاطلاق) متولی
کار ہے (اور ان کے تمام کام وہی کرتا ہے ان مناظروں سے ثابت ہے کہ)
اہل کتاب (بہزار جان) چاہتے ہیں۔ کہ کاش وہ (کسی طرح) تمہیں (سیدھے
رستے سے) بھٹکا دیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ (اس خواہش اور کوشش
میں بھی) خود اپنے ہی کو گمراہ کر رہے ہیں (کیونکہ یہ جدوجہد خود ایک گمراہی
ہے) اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں (اسلئے وہ اس گمراہی میں مبتلا ہیں

۳۷

اور گوکہ وہ اسکو جانتے ہی ہیں۔ مگر چونکہ اس کے مقتضے پر عمل نہیں کرتے۔ اسلئے
ان کا علم بھی عدم کے حکم میں ہے) اے اہل کتاب تم کیوں (نادان بنتے ہو اور
کیوں) خدا کی آیات کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ تم (ان کے منجانب اللہ ہونے
کی دل سے) شہادت دیتے ہو (گو زبان سے اقرار نہیں کرتے) اے اہل کتاب
تم حق کو باطل سے کیوں مخلوط کرتے ہو۔ اور (کیوں) حق کو چھپاتے ہو حالانکہ
تم جانتے ہو کہ وہ حق ہے۔ ارے نادانو باز آؤ۔ جانے دو شرارت کو۔ خیر
یہ مضمون جو نصیحت سے متعلق تھا ضمنی تھا۔ اور کہنا یہ تھا۔ کہ اہل کتاب کو تمہارے
گمراہ کرنے کی بڑی ہی تمنا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے لئے مختلف کوششیں کرتے ہیں
جن میں سے ایک کوشش مناظرہ ہے۔ جس کا تمکو اوپر علم ہو چکا ہے۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا
اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۚۖ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا
اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى
هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ
مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ
قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ
مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۚۙ
یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ وَمِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ
یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

۳۸

اور دوسری کوشش یہ کہ) اہل کتاب
کی ایک جماعت نے اپنے لوگوں سے
کہا۔ کہ (مسلمان مناظرہ میں شکست
کھانے والے نہیں ہیں اس لئے
ان سے مناظرہ کی ضرورت نہیں ہاں
فریب سے ان کو شکست دو۔ وہ
یہ کہ) تم شروع دن میں (بظاہر)
اس (کتاب) پر ایمان لے آؤ۔ جو
مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے۔ اور
آخر دن میں اس کے منکر ہو جاؤ
امید ہے کہ (یہ تدبیر کارگر ہو گی اور
اس تدبیر سے) وہ (لوگ اس دین
سے) پلٹ جاویں گے (اس سے
معلوم ہوا کہ قانون قتل مرتد میں

عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ
عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○
بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ
ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ
لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ
وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ
بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ○ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ
اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ
بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَدْرُسُوْنَ ○ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا
الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا
اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے۔ کہ اس میں
کفار کے اس عظیم الشان فتنہ کی مدافعت
ہے۔ کیونکہ جب ان کو اسلام کا یہ قانون
معلوم ہوگا۔ تو پھر کسی فتنہ پرداز کو
ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ کہ وہ
اوّل مسلمان ہو۔ اور اس کے بعد کافر ہو کر
ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کرے) اور
(انہوں نے اپنے لوگوں سے یہ بھی کہا
کہ دیکھو تم مسلمانوں کا شکار کرنے جاتے
ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ مسلمان ہی تمہیں
پھانس لیں اس لئے تمکو لازم ہے
کہ) تم کسی کی بات نہ مانو بجز ان
لوگوں کے جو تمہارے دین کے
پیرو ہیں (کیونکہ تمہارا دین سچا ہے
اور سب مذہب باطل ہیں۔ اس جگہ
حق تعالیٰ انکی بات کاٹ کر فرماتے
ہیں۔ کہ) آپ فرما دیجے۔ کہ خدا کی ہدایت
ہی اصلی ہدایت ہے (اور تمہارا
بیان سراسر غلط ہے۔ اس جملہ معترضہ
کے بعد ان کے کلام کو پورا کرتے
ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ انہوں نے
کہا کہ تم کسی کی یہ بات نہ مانو) کہ
کسیکو بھی ایسی چیز (دین کی) دی جاویگی

۳۹

جیسی تم کو دی گئی ہے (اس سے بڑھ کر تو در کنار) ورنہ وہ لوگ تم سے تمہارے

(ہ۵) حاشیہ متعلقہ آیۃ) لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم اعلم ان کلمۃ او التی یقدر بعدھا ان ینتصب المضارع بعدھا لاحد الامرین علی وجہ الانفصال الحقیقی لکن لا بحسب الواقع بل بحسب قصد المتکلم وما بعدھا مبتدأ محذوف الخبر وجوبا کما صرح بہ الرضی فتقدیر قولہ لالزمنک او تعطینی حقی لالزمنک او اعطاءک حقی ثابت ومعناہ انہ لابد لک من احد ھذین الامرین اما اختیار اللزوم او اختیار الاعطاء فیکون وجود احدھما مشروطا بعدم الآخر وعدمہ بالعکس کما ھو مقتضی الانفصال الحقیقی وحینئذ یصح تفسیر قولہ لالزمنک او تعطینی حقی بقولنا لالزمنک والا فاعطنی حقی علی وجہ التفسیر باللازم ویصح ان یقال ان او بمعنی الا وکذلک یکون وجود احدھما منتھیا بوجود غیرہ علی ما ھو مقتضی الانفصال الحقیقی ایضا وصح تفسیرہ بحتی والی ویصح ان یقال ان او بمعنی حتی او الی ولما کان کل واحد من الامرین ثابتا فی غیر وقت الآخر بمقتضی الانفصال ایضا صح تفسیرہ بحرف الاستثناء وصح ان یقال ان او بمعنی الا کما یقال فی المثال المذکور لالزمنک فی کل وقت الا وقت الاعطاء ولما کان المقصود من الاول وجود الثانی او عدمہ صح تفسیرہ بکی وصح ان یقال انہ بمعنی کے کما یقال فی المثال المذکور لالزمنک کی تعطینی حقی فظھر من ھذا التفصیل ان کلمۃ او المذکورۃ مستعملۃ فی معناھا الموضوع لہ ای احد الامرین وکل واحد من المعانی الاخر المذکورۃ لازم لمعناھا الاصلی الذی یرجع ھو الیہ بنوع من الاستلزام اذا تمھد لک ما قلنا فاعلم ان قولہ تعالیٰ لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم او یحاجوکم عند ربکم تقدیرہ لا تؤمنوا لغیرکم او محاجتہم ایاکم ثابتۃ والمعنی انہ لا بد لکم من اختیار احد الامرین علی وجہ الانفصال الحقیقی اما اختیار الامتناع عن الایمان لغیرکم او اختیار محاجتہم ایاکم ویصح تعبیرہ بان یقال لا تؤمنوا لغیرکم والا یحاجوکم او بان یقال لا بد لکم من اختیار الامتناع عن الایمان فی کل وقت الا وقت اختیار المحاجۃ او بان یقال لا بد لکم من اختیار الامتناع عن الایمان الی او حتی ان تختاروا المحاجۃ او بان یقال لا تؤمنوا لغیرکم کے لا یحاجوکم فاحفظ ھذا التحقیق الانیق وباللہ التوفیق - ۱۲

(باقی آئندہ)

(۱۴) عبداللہ بن جراد صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرو کیونکہ حج گناہوں کو ایسا دھو دیتا ہے جیسا پانی میل کو صاف کر دیتا ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۱۵) حضرت ابو موسے (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجی کی شفاعت چار سَو گھرانوں کے یا یہ فرمایا کہ اس کے خاندان کے چار سَو آدمیوں کے حق میں قبول کیجائے گی اور اپنے گناہوں سے ایسا نکل (کر صاف ہو) جائے گا گویا آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اسکو بزار نے روایت کیا ہے مگر اس کے ایک راوی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا+

(۱۶) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ حاجی کا اونٹ جو قدم اُٹھاتا اور جو قدم رکھتا ہے ہر اک کے بدلہ میں اُسکے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک نیکی لکھی جاتی یا ایک گناہ معاف ہو جاتا یا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اسکو بیہقی نے روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح میں ایک حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے جو انشاءاللہ آگے آئے گی+

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جو شخص بیت اللہ کا ارادہ کر کے آئے پھر اونٹ پر سوار ہو تو اونٹ جو قدم بھی اُٹھائے اور جو قدم بھی زمین پر رکھیگا ہر اک کے عوض اللہ تعالےٰ اُس کے لئے ایک نیکی لکھیں اور ایک گناہ مٹادیں اور ایک درجہ بڑھادیں گے یہاں تک کہ جب بیت اللہ کے پاس پہونچ جائے اور اُس کا طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان چکر لگائے پھر سر مونڈائے یا بال کتروا دے تو اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف نکل جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونیکے وقت تھا اب

آئندہ جو عمل کرے گا وہ از سر نو ہوگا پھر ابو ہریرہؓ نے لمبی حدیث بیان کی۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ❖

(۱۸) زاذان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایکبار ابن عباس سخت بیمار ہو گئے تو اُنہوں نے اپنی اولاد کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا ہے کہ جو شخص مکہ سے پیادہ پا حج کرے تو مکہ میں واپس آنے تک اللہ تعالیٰ اُس کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھیں گے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیسی ہوتی ہیں فرمایا (حرم کی) ایک نیک ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اسکو ابن خزیمہ اور حاکم دونوں نے عیسیٰ بن سوادہ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ حاکم نے تو اسکو صحیح الاسناد کہا ہے مگر ابن خزیمہ نے صحت میں تردد کرتے ہُوئے کہا ہے کہ عیسیٰ بن سوادہ کی طرف سے دل میں کچھ (کھٹک) ہے حافظ منذری فرماتے ہیں کہ بخاری نے اُنکو منکر الحدیث بتلایا ہے ❖

(۱۹) ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام بیت اللہ تک ہزار دفعہ آئے ہیں کسی دفعہ بھی سوار ہو کر نہیں آئے بلکہ ہندوستان سے (کعبہ تک) پیادہ پا آئے ہیں اسکو ابن خزیمہ نے صحیح میں روایت کر کے فرمایا ہے کہ قاسم بن عبدالرحمٰن (راوی) کی طرف سے دل میں کچھ (کھٹک) ہے حافظ منذری فرماتے ہیں کہ یہ قاسم بہت کمزور ہے ❖

(۲۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں وہ اگر دعا کریں اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں مانگتے ہیں تو (مراد) عطا فرماتے ہیں اسکو بزار نے روایت کیا اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں ❖

(۲۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستہ میں غازی اور حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا یہ سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ سے دعا کریں تو قبول ہوگی مانگیں گے تو مراد عطا ہوگی اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا اور الفاظ انہی کے ہیں اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے دونوں نے عمران بن عیینہ کے واسطہ سے عطاء بن السائب سے روایت کیا ہے

(۲۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو قبول ہوگی اور مغفرت چاہیں تو مغفرت کی جائے گی اسکو نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے ان دونوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ کے مہمان تین قسم کے لوگ ہیں حج کرنیوالے اور عمرہ کرنے والے اور غازی۔ اور ابن خزیمہ نے غازی کو مقدم کیا ہے۔

(۲۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اسکی بھی جس کے لئے حاجی دعائے مغفرت کر دے اسکو بزار نے اور طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے مگر ان دونوں کے الفاظ یہ ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اے اللہ حاجی کو بخشدے اور جس کے لئے حاجی دعائے مغفرت کرے اسکو بھی بخشدے حاکم نے اسکو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اسکی سند میں شریک، قاضی ہیں اور ان سے مسلم نے صرف متابعات میں روایت کی ہے (اصول میں نہیں کی) اور ان کے متعلق انشاء اللہ گفتگو آئے گی +

(۲۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس بیت اللہ سے نفع حاصل کر لو۔ کیونکہ وہ دو مرتبہ گرایا جا چکا ہے اور تیسری دفعہ میں (آسمان پر) اٹھا لیا جائے گا۔ اس کو بزار و طبرانی نے کبیر میں اور ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں۔ اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے۔ حاکم نے اسکی سند کو صحیح بتلایا ہے

ابن جریر کہتے ہیں کہ تیسری دفعہ میں اُٹھائے جانیکا مطلب یہ ہے کہ تیسری دفعہ کے بعد اٹھا لیا جائے گا۔

(۲۵) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے آتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ (دنیا میں) ایک گھر یا مکان بھی اتارنے والا ہوں جس کے گرد اسی طرح طواف کیا جائے گا جیسا میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اُس کے پاس اُسی طرح نماز پڑھی جائے گی جیسا میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر جب طوفان (نوح) کا زمانہ آیا تو بیت اللہ اٹھا لیا گیا اس کے بعد انبیاء علیہم السلام اس کا حج کرتے تھے مگر اس کی جگہ (پوری طرح تعین کے ساتھ) انکو معلوم نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسکی جگہ (متعین کرکے) بتلائی اور انہوں نے پانچ پہاڑوں (کے پتھروں) سے اُسکی عمارت قائم کی ۱۔ جبل حراء ۲۔ جبل ثبیر ۳۔ جبل لبنان ۴۔ جبل الطیر ۵۔ جبل الخیر بس جتنا تم سے ہو سکے اس سے نفع حاصل کرو۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں موقوفاً روایت کیا ہے اور اسکی سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۲۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حج کرنے میں جلدی کرو۔ یعنی حج فرض ادا کرنے میں کیونکہ تم میں سے کسی کو خبر نہیں کہ اسکو کیا بات پیش آجائے (جس کی وجہ سے حج نہ کر سکے) اسکو ابو القاسم اصبہانی نے روایت کیا ہے **ف** اسی لئے حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حج واجب علی الفور ہے۔ یعنی فرض ہو جانے کے بعد اسکی ادا میں جلدی کرنا واجب ہے دیر کرنے سے گناہ ہوگا۔

(۲۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اے آدم!

اس بیت اللہ کا حج اِس سے پہلے کر لو کہ تمکو کوئی حادثہ پیش آجائے عرض کیا اور مجھے کیا حادثہ پیش آئے گا۔ فرمایا جسکی تمکو خبر نہیں اور وہ موت ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ موت کیا چیز ہے فرمایا عنقریب تم اُس کا مزا چکھ لوگے عرض کیا اور میں اپنے اہل وعیال کا محافظ کسے بناؤں؟ فرمایا اس کام کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کرو۔ اُنہوں نے آسمانوں کے سامنے یہ خدمت پیش کی تو وہ انکار کر گئے زمین کے سامنے یہ خدمت پیش کی تو اُس نے بھی انکار کر دیا پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو اُنہوں نے بھی منظور نہ کی بالآخر اُن کے ایک بیٹے نے یہ کام اپنے ذمہ لیا جو اپنے بھائی کا قاتل بنا۔ اِس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام زمین ہند سے روانہ ہوئے۔ ہر جس منزل میں بھی وہ کھانے پینے کو قیام کرتے تھے وہ اُن کے بعد آباد بستی بن گئی یہاں تک کہ مکہ پہونچے تو فرشتوں نے اُن کا استقبال کیا اور کہا اے آدم السّلام علیک آپ کا حج قبول ہو گیا۔ دیکھو ہم نے تم سے دو ہزار برس پہلے اس بیت اللہ کا حج کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسوقت بیت اللہ سرخ یاقوت سے بنا ہوا تھا جو اندر سے کھوکرا تھا اُس کے دو دروازے تھے جو شخص اِس کے گرد طواف کرتا وہ اندر والے کو دیکھتا تھا اور جو اندر ہوتا وہ باہر کے طواف کرنے والے کو دیکھتا تھا جب آدم علیہ السّلام افعال حج سے فارغ ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے آدم تم نے اپنے حج کے ارکان ادا کر لیے؟ عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار! فرمایا اچھا اب اپنی مراد مانگو تمکو دی جائے گی۔ عرض کیا میری مراد یہ ہے کہ میری خطا اور میری اولاد کے گناہ معاف فرما دیئے جائیں۔ فرمایا اے آدم! تمہاری خطا تو ہم اُسیوقت معاف کر چکے ہیں جب تم اس میں مبتلا ہوئے تھے رہے تمہاری اولاد کے گناہ تو جو اُنمیں سے مجھے پہچان لے اور مجھپر

۱۳

ایمان لے آئے اور میرے رسولوں اور کتابوں کی تصدیق کرے گا ہم اُس کے گناہ بخشدیں گے اسکو بھی اصبہانی نے روایت کیا ہے۔

(۲۸) ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی خوشی کی جگہ میں کچھہ خرچ کرنیسے بخل[1] کرے گا وہ اُس سے کئی گنا زیادہ خدا کی نا رضی میں خرچ کرے گا اور جو شخص حج کو یعنے حج فرض کو دنیا کے کسی کام کیوجہ سے چھوڑے گا۔ وہ اس کام کے ختم ہونے سے پہلے ہی اُسکی بربادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کسی (جائز) کام میں چلنے پھرنے سے رُکے گا خواہ اُس کا پورا ہونا تقدیر میں ہو یا نہو وہ ضرور کسی گناہ کے کام میں (کسی کا) معین بنے گا جس میں اُس کو کچھہ ثواب نہ ملے گا۔ اسکو بھی اصبہانی نے روایت کیا ہے اور اس میں نکارت ہے (یعنی اس کا روایت کرنے والا ضعیف ہے اور تنہا روایت کر رہا ہے)۔

(۲۹) حضرت جابر رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کعبہ کے ایک زبان ہے اور دو لب اور اُس نے ایکبار شکایت کی کہ اے پروردگار! میری عیادت کرنے والے تھوڑے ہیں میری زیارت کرنے والے کم ہیں تو اللہ تعالے نے وحی نازل کی کہ میں ایسے لوگ پیدا کرنے والا ہوں جو خشوع اور سجدہ کرنے والے ہوں گے وہ تیری طرف ایسے مشتاق ہوں گے جیسا کبوتر اپنے انڈوں کی طرف مشتاق ہوتا ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۳۰) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی اللہ داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے پروردگار! آپ کے اوپر آپ کے بندوں کا کیا حق ہے جب وہ آپ کی

---

[1] یضن بالضاد المعجمۃ ای یبخل ویشح ۱۲ منہ

زیارت کو آپ کے گھر پر آئیں فرمایا ہر مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے۔

اے داؤد ان کا حق میرے اوپر یہ ہے کہ دنیا میں اُن کو عافیت دوں اور جب اُن سے (قیامت میں) ملوں تو اُنکی مغفرت کردوں اسکو بھی طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۳۱) حضرت سہل رضی ابن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستہ میں مجاہد بنکر یا حاجی بنکر لا الہ الا اللہ کہتا ہوا یا لبیک پکارتا ہوا چلتا ہے۔ آفتاب اُس کے گناہوں کو اپنی ساتھ لیکر ڈوب جاتا۔ اور یہ اُن سے (پاک صاف ہوکر) نکل جاتا ہے اسکو بھی طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

(۳۲) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد منی میں بیٹھا ہوا تھا کہ دو شخص ایک انصاری ایک ثقفی حاضر ہوئے اور سلام کرکے کہنے لگے یا رسول اللہ ہم حضور سے کچھ دریافت کرنے آئے ہیں فرمایا اگر تم چاہو تو میں ہی بتلا دوں کہ تم کیا دریافت کرنے آئے ہو۔ اور اگر چاہو تو میں خاموش رہوں اور تم سوال کرو دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی تبلا دیجئے حضور نے انصاری سے فرمایا کہ تم مجھسے یہ دریافت کرنے آتے ہو کہ بیت الحرام کے ارادہ سے جو تم اپنے گھر سے نکلے ہو ہمیں تم کو کیا ثواب ملتا ہے نیز طواف کی رکعتوں اور اُس کے ثواب اور صفا و مروہ کی سعی اور اُس کے ثواب اور وقوف عرفہ و رمی جمار و قربانی اور طواف زیارت وغیرہ کا ثواب دریافت کرنا چاہتے ہو۔ انصاری نے کہا قسم اُس ذات کی جس نے آپکو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے واقعی میں یہی باتیں دریافت کرنے آیا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم جب اپنے گھر سے بیت اللہ کا ارادہ کرکے نکلے ہو تو تمھاری اونٹنی جو قدم زمین پر رکھتی تھی اور اُٹھاتی تھی۔ اُس کے عوض تمھارے لئے ایک نیکی لکھی گئی

اور ایک گناہ مٹا دیا گیا اور طواف کے بعد کی رکعتیں اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہیں اور صفا و مروہ کی سعی ستر غلاموں کے آزاد کرنے کی برابر ہے اور وقوف عرفات کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن دنیا کے آسمان پر نزول فرماتے اور فرشتوں پر تمھاری وجہ سے اپنی خوشی کا اظہار فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے پریشان حال پریشان بال دور دراز کی مسافت طے کر کے میری رحمت کی امید پر آئے ہیں۔ میرے بندو! اگر تمھارے گناہ شمار میں ریت (کے ذرات) کی یا بارش کے قطرات کی یا سمندر کے جھاگوں کی برابر بھی ہوں میں اُنکو بھی بخشدوں گا میرے بندو! جاؤ بخشے بخشائے واپس ہو جاؤ تمھاری بھی مغفرت کردی گئی اور جس کی تم سفارش کرو۔ اُسکی بھی۔ اور رمی جمار (یعنی کنکریاں مارنے) کا ثواب یہ ہے کہ جو کنکری تم مارتے ہو ہر اک کے عوض تمھارا ایک بڑا گناہ معاف ہو جاتا ہے جو ہلاک کر دینے والا تھا۔ رہی قربانی سو وہ تمھارے پروردگار کے پاس تمھارے لئے ذخیرہ بنکر رہتی ہے (جو قیامت میں بہت کام آئے گی) رہا سر مونڈنا تو اسمیں ہر بال کے عوض تمکو ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جو تم بیت اللہ کا طواف (زیارت) کرتے ہو تو اسوقت تم گناہوں سے پاک صاف ہو کر طواف کرتے ہو ایک فرشتہ اسوقت اگر تمھارے شانوں کے درمیان اپنے ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ اب آئندہ از سرِ نو عمل کرو۔ کیونکہ گذشتہ تو سب معاف کر دیئے گئے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بزار نے روایت کیا ہے اور الفاظ بزار ہی کے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث چند طرق سے مروی ہے مگر اس طریق سے بہتر اور کوئی طریق ہمارے علم میں نہیں (حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس طریق میں کوئی بات نہیں ہے اِس کے راوی سب توثیق سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ اور اسکو ابن حبان نے بھی صحیح میں روایت کیا ہے اُن کے الفاظ وقوف عرفہ کے بیان میں انشاء اللہ آئیں گے۔ طبرانی نے اوسط میں

(باقی آئندہ)

چنانچہ ایک سب جج پرانی وضع پرانے خیال کے ایک جگہ بدل کر آئے اونہوں نے چاہا کہ وہاں کے رئیسوں سے ملیں تو ایک رئیس صاحب کے پاس پہونچے۔ وہ دور ہی سے صورت دیکھ کر گھر میں چلے گئے اونہوں نے خادم کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ میں فلاں شخص ہوں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ نام سنکر وہ رئیس صاحب باہر آئے اور عذر کرنے لگے کہ آپ کا عبا دیکھکر میں یہ سمجھا کہ کوئی مولوی صاحب ہیں۔ چندہ لینے کی غرض سے آئے ہیں۔ یہ قدر ہے مولویوں کی عام لوگوں کے نزدیک اور یہ خیالات ہیں۔ اون کے مولویوں کے متعلق۔ مگر اس میں زیادہ قصور عام لوگوں کا نہیں بلکہ ایسے مولویوں کا ہے اُنہی نے اپنے برتاؤ سے عام لوگوں کے خیالات کو خراب کیا اگر مولوی اس سے پرہیز کرتے تو عام لوگوں کو کبھی ایسی جرأت نہیں ہو سکتی تھی یہ تو مولویوں کی غلطی تھی۔ جن لوگوں نے ایسوں کو دیکھ کر دین کے علم سے کنارہ کیا اور اوس سے نفرت کرنے لگے وہ بھی غلطی سے خالی نہیں کیونکہ وہ اگر اپنی اولاد کو علم دین کے ساتھ نیک عادتیں بھی سکھلائیں تو اون سے ایسی باتیں ہرگز نہوں۔ دوسرے ایک خاندانی رئیس کا بیٹا اگر دین کا علم پڑھے گا تو وہ پیدائشی طور پر بلند حوصلہ ہوگا وہ ایسی حرکتیں کیوں کرنے لگا۔ جو لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں وہ اکثر کم خاندان کے لوگ ہوتے ہیں پس جب حقیقت یہ ہے تو تعجب ہے کہ ایسے لوگوں کو دیکھ کر اپنے بچوں کو دین کا علم نہ سکھلاؤ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انگریزی نہ پڑھاؤ ضرور پڑھاؤ مگر یہ بھی تو دیکھو کہ دین کا علم ہر وقت کی ضرورت کی چیز ہے تو چاہیے تو یہ کہ اول علم دین پڑھاؤ اوس کے بعد دوسرے علموں کی طرف توجہ کرو لیکن اگر علم دین اول نہ پڑھاؤ تو ساتھ ساتھ اوسکی تعلیم ضروری ہونی چاہیے۔ اگر زیادہ

علم دین کی ترغیب ۱۳

وقت نہ ہو تو اُردو ہی کی کتابیں پڑھاؤ لیکن استاد سے پڑھواؤ یہ نہیں کہ کتاب دیدی اور کہہ دیا کہ دیکھ لو۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ کسی دیندار آدمی کو رکھکر جتنی ضروری کتابیں ہیں وہ سب سبق لے کر پڑھی جائیں اگرچہ چوبیس گھنٹے میں سے ایک گھنٹہ ہی دو بلکہ میں کہتا ہوں کہ فضول وقت میں سے جو کھیل کھود میں ختم ہو جاتا ہے اوس میں سے اگر ایک گھنٹہ دو تو وہ بھی کافی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کبھی کبھی امتحان لیا کرو۔ پاس ہونے پر بچے کو انعام دو اور فیل ہونے پر سزا دو اور عمل کرانے کی بھی کوشش کراؤ جیسے حساب میں مشق کراتے ہو اور اگر وہ نہیں کرتا تو سزا دیتے ہو اسی طرح جو مسئلہ پڑھاتے جاؤ اوس پر عمل بھی کراتے جاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچہ ساتھ کے ساتھ دیندار ہوتا چلا جائے گا۔ ہاں اس کے لئے ایک مولوی کے بلانے کی ضرورت ہوگی تو جب سینکڑوں روپیہ انگریزی میں صرف ہو جاتا ہے۔ اگر دس روپیہ اس میں صرف ہو جائیں گے تو کیا ظلم ہوگا اور اُن مولوی صاحب سے آپ اپنے لئے بھی بھی کام لے سکتے ہیں کہ ان سے خود بھی علم دین سیکھیں اور اس موقع پر یہ کہنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر[1] میں جب پہلے سلسلہ تھا پھر بھی کوئی سلسلہ علم دین کا ہو تو اچھا ہے کہ یہاں کے بچے کچھ نہ کچھ تو ضرور پڑھ لیں دیکھو اگر دو گھنٹے کی صحبت بھی کسی مولوی کی ہو جاوے تو خواہ یہ بچے دیندار نہوں لیکن اون کو بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی مگر اس طرف لوگوں کو توجہ نہیں اگر کہئے کہ یہاں کوئی مولوی نہیں ملتا تو میں کہتا ہوں کہ اگر معمار کی ضرورت ہو اور وہ نہ ملے تو کیا کرتے ہو یہی کہ دوسری جگہ سے معمار کو بلاتے ہو پھر مولوی کو دوسری جگہ سے کیوں نہیں بلاتے یہاں اس کے انتظار میں کیوں رہتے ہو کہ مولوی

۱۴

[1] یعنی جلال آباد ۱۲ منہ

خود آئیں۔

صاحبو! اگر دین کی کچھ بھی عزت دل میں ہوتی تو خود مولویوں کو تلاش کرتے۔ خلاصہ یہ کہ یہ سب دنیا کو پسند کرنے کی خرابیاں ہیں۔ ان خرابیوں سے بہت کم لوگ خالی ہیں۔ یہاں تک کہ مولوی اور فقیر بھی اور مولویوں اور فقیروں سے ایسا ہونا زیادہ بُرا ہے۔ کیونکہ یہ دھوکہ دیکر کماتے ہیں مگر ہر جماعت میں دین دار ہوں یا دنیا دار سب ایک سے نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ ان خرابیوں سے محفوظ بھی ہیں یہ تو بیان تھا دنیا کے ساتھ راضی ہونے کا۔ آگے فرماتے ہیں وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا کہ دنیا میں جی لگایا۔ اور دنیا اون کے دل میں بھی گھس گئی۔ اللہ تعالےٰ نے جب یہ حالت کافروں کی بیان فرمائی ہے تو مسلمانوں کا تو دنیا سے دل گھبرانا چاہیئے۔ مگر ہر مسلمان بتلائے کہ روزانہ کتنی مرتبہ دنیا میں رہنے سے اوس کا جی گھبرایا ہے اور کب وحشت ہوئی ہے ہاں اگر وحشت ہوتی ہے تو آخرت میں جانے سے ہوتی ہے۔ حالانکہ دنیا سے وہ تعلق ہونا چاہیئے جو مسافر کو سرائے سے ہوتا ہے۔ کہ وہاں اوسکو سارے کام کرنے ہوتے ہیں مگر دل وطن میں پڑا رہتا ہے۔ اس کا مطلب بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مولوی دنیا چھڑاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے ہاں مولوی یہ کہتے ہیں کہ دنیا سے سرائے کا سا تعلق رکھو۔ دیکھو کیا سرائے میں کھاتے نہیں ہو یا کوٹھری کرائے پر نہیں لیتے۔ سب کچھ کرتے ہو مگر وہاں جی نہیں لگتا۔ اور دنیا میں جی لگا لیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت کو نہیں سمجھا ہماری بالکل وہی حالت ہے جیسے بچہ سرائے کے کسی آرام کو دیکھکر ضد کرنے لگے کہ میں تو یہیں رہوں گا۔ باقی جنکو دنیا کی حقیقت اور اصلیت کی خبر ہے وہ خدا سے چاہتے ہیں اور منت مانتے ہیں کہ کسی طرح یہاں سے چھٹکارہ ہو جائے

دنیا سے جی لگانے کا بیان

۱۵

دنیا کی حقیقت سے واقف ہونے والے اس سے گھبراتے ہیں

بیان تو بہت کچھ کرنا تھا مگر وقت نہونے کیوجہ سے میں ایک ترکیب بتلا کر وعظ کو ختم کرتا ہوں اور وہ ایسی ترکیب ہے کہ جس سے تمکو خدا نے چاہا وہ فیض ہوگا جو بزرگوں کی صحبت سے ہوتا اور یہ جو حد سے قدم باہر نکلا جا رہا ہے یہ رک جائے گا اور وہ حالت ہو جائے گی۔ جو طاعون کے زمانہ میں ہوتی ہے کہ سب کچھ کرتے ہو۔ لیکن کسی چیز میں دل نہیں لگتا وہ ترکیب یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے اس میں موت کو یاد کیا کرو۔ اور پھر قبر کو یاد کرو۔ پھر میدانِ قیامت کو یاد کرو۔ اور اوس کی دہشتوں اور سختیوں کو یاد کرو۔ اور سوچو کہ ہم کو خدا تعالےٰ کے روبرو کھڑا کیا جائے گا۔ بڑی قدرت والا ہے اور ہم سے پوچھ گچھ ہوگی ایک ایک حق اوگلنا پڑے گا پھر سخت عذاب کا سامنا ہوگا اسی طرح روزانہ سونے کے وقت سوچ لیا کرو ہفتے دو ہفتے میں انشاء اللہ کایا پلیٹ ہو جائے گی اور جو محبت دنیا کے ساتھ اب ہے باقی نہ رہے گی اب خدا تعالےٰ سے دعا کیجیے کہ عمل کی توفیق دے آمین۔

سلسلہ تسہیل المواعظ کی تیسری جلد کا تیسرا وعظ مسمّٰی بہ دنیا سے رضامندی ختم ہوا۔ اور صفحہ ۲۳ سے چوتھا شروع ہے (مدیر)

سلسلۂ تسہیل المواعظ کی جلد سوم کا چوتھا وعظ

مُسمّٰی بہ

دوسروں سے عبرت پکڑنا

منتخب از وعظ چہارم ملقب بہ الاتعاظ بالغیر حصۂ چہارم دعوات عبدیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ ماثورہ - اَمَّا بَعۡدُ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلسَّعِیۡدُ مَنۡ وُّعِظَ بِغَیۡرِہٖ (ترجمہ) خوش نصیب وہ ہے کہ دوسرے کی حالت کو دیکھکر عبرت حاصل کرے ‡

یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ہے۔ اس میں ہمارے ایسے مرض کا علاج بتلایا گیا ہے جس سے کوئی بچا ہوا نہیں ہے اسواسطے میں نے اس حدیث کو بیان کے لئے اختیار کیا پھر یہ وجہ بھی ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی بات ہے اور ہے بڑے کام کی۔ اور چونکہ اسوقت طبیعت سست ہے اسلئے ضرورت اسی کی تھی کہ چھوٹا سا مضمون بیان کیا جائے لیکن یہ مضمون ظاہر میں تو چھوٹا ہے مگر ہماری بہت سی باتوں کی اس سے اصلاح ہوسکتی ہے۔ اب سمجھئے کہ مرض دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ مرض جس کی خبر نہو اور ایک وہ جسکی خبر ہو اور پرواہ نہو۔ ایسے مریض کی حالت زیادہ قابل افسوس ہے کہ

سو ہم میں بعض مرض بے علمی کیوجہ سے ہیں اور بعض بے پروائی کیوجہ سے کیونکہ بعض
تو ہم میں بے علم ہیں سو ان کی تو زیادہ شکایت نہیں۔ لیکن بعض وہ ہیں کہ علم رکھتے
ہیں پر اپنی حالت کو نہیں سوچتے۔ دنیا کا کام جس طرح سوچ سمجھکر کرتے ہیں۔ سچ
یہ ہے کہ دین کے کاموں کی اتنی فکر نہیں کرتے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ فکر بالکل
نہیں کرتے جس میں جتنا دین ہے وہ بھی عادت کیوجہ سے ہے نہ فکر کیوجہ سے
اگرچہ یہ خوشی کی بات ہے کہ دین کی عادت تو ہوئی لیکن شکایت یہ ہے کہ
جن کاموں کی عادت ہے وہ تو کرتے ہیں باقی اور کام کیوں نہیں کرتے اونکی
بھی تو فکر چاہیئے۔ دنیا میں تو تھوڑی چیز پر کفایت نہیں کرتے بلکہ زیادتی
کی تدبیر کرتے ہیں خود سوچتے ہیں دوسروں سے پوچھتے ہیں جہاں تک ہوسکتا
ہے کوشش کرتے ہیں چاہے کچھ نتیجہ حاصل ہو یا نہو کیونکہ دنیا میں کوشش سے
بہت کم مقصود حاصل ہوتا ہے ورنہ اگر سب کا مقصود تدبیر سے حاصل ہو جایا کرتا
تو آج ساری دنیا بادشاہ ہوتی یہ خدا کی مصلحت ہے کہ کسی کی تدبیر کارگر کر دیتے
ہیں آج جن لوگوں کی تدبیر کارگر ہوگئی وہ تدبیر ہی کو کافی سمجھتے ہیں صاحبو ذرا اون سے
پوچھو کہ جنکو تمام عمر تدبیر کرتے گذری اور کبھی مقصود حاصل نہ ہوا تو صرف تدبیر نہ کافی
ہے نہ بالکل بیکار ہے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کے کاموں میں کوشش اکثر بے فائدہ
رہتی ہے۔ پھر بھی اوسکی کوشش کیجاتی ہے اور آخرت کے لیے کوشش
کبھی بیکار نہیں جاتی مگر اوس کے لیے اس قدر کوشش نہیں کیجاتی۔ کس قدر
تعجب کی بات ہے اگر آخرت کے لئے اس سے آدھی کوشش کریں جتنی
دنیا کے لئے کرتے ہیں تو کبھی ناکام نہ رہیں غرض کہ یہ مرض ہم میں ضرور ہے
کہ اپنی حالت کو سوچتے نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی مرض ہم میں
ہے بلکہ اور عیبوں کے ساتھ ایک یہ عیب بھی ہے اور یہ عیب قریب قریب
ہر شخص میں ہے مگر پھر بھی اس کے علاج کی طرف توجہ نہیں کیجاتی تو اگر
ہم غور کریں تو معلوم ہو کہ اس حدیث میں اس کا علاج موجود ہے۔ کیونکہ

ہمارا عیب یہ ہے کہ سوچتے نہیں اور اس میں حکم ہے سوچنے کا سو فرماتے ہیں کہ خوش نصیب وہ ہے کہ دوسرے کی حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے عجب نہیں کہ یہ مضمون بہت دفعہ سُنا ہو کیونکہ یہ ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ عام لوگ بھی اپنے محاورہ میں کہتے ہیں کہ تازی پٹے اور ترکی کانپے۔ اس کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دوسرے کی حالت کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہ کوئی ایسی بات نہیں سکھلائی کہ جو عقل کے خلاف ہو بلکہ یہ مضمون سب کے نزدیک مانا ہوا ہے اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں میں اس سے بڑھکر کہتا ہوں کہ شرع نے جو بات بھی سکھلائی ہے وہ طبیعت کے اتنی مناسب ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو ہزاروں مشقتیں پڑ جائیں مگر اس کی دریافت کے لئے ضرورت اسکی ہے کہ طبیعت میں سلامتی ہو۔ ہمارا نفس چونکہ گناہوں کی وجہ سے بگڑ گیا ہے اس لئے شرع کی باتوں سے بھاگتا ہے جیسے بیمار کو بد پرہیزی کی طرف رغبت ہوتی ہے اور جو دوا اور غذا مفید ہو اس سے بھاگتا ہے اور حکیم کے کہنے کو طبیعت کے خلاف سمجھتا ہے دیکھو جو تندرست ہوتا ہے۔ وہ پانی مناسب مقدار میں پیتا ہے اور جسکو استسقار کی بیماری ہو، تو اس کی پیاس اس درجہ ہوتی ہے کہ سمندر سے بھی نہیں بجھتی۔ اگر حکیم اوسکو زیادہ پینے سے روکے گا تو وہ یوں سمجھے گا کہ یہ تعلیم طبیعت کے خلاف ہے حالانکہ خود اوسکی طبیعت ہی صحیح حالت سے ہٹی ہوئی ہے ورنہ ایک گھونٹ زیادہ پینے سے بھی طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے۔ اسیطرح کھانے میں ہمنے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ کھا رہے ہیں اور نکل رہا ہے مگر کھائے جاتے ہیں اور نکلتا جاتا ہے اسیطرح برابر سلسلہ رہتا تھا۔ تو کیا اسکی طبیعت صحیح حالت پر ہے ہرگز نہیں۔ میں تو دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر طبیعت میں سلامتی ہو تو رغبت شرع ہی کی طرف ہوگی اور اگر یہ سمجھ میں نہ آئے

توامتحان کرلیجئے کہ جب کبھی شرع کے خلاف کیجئے گا ضرور تکلیف پہونچے گی جیسے زیادہ کھانے سے تکلیف ہوتی ہے۔کیونکہ گناہ کا اول تو نفس میں تقاضہ پیدا ہوتا ہے۔مگر کرنے کے بعد طبیعت پر بوجھ ہی ہوتا ہے اگر کہئے کہ ہمکو تو کچھ بھی بوجھ نہیں معلوم ہوتا تو سمجھئے کہ یہ دل کے سیاہ ہوجانے کی علامت ہے۔یہ دیکھئے کہ اول اول جب یہ گناہ کیا تھا اوس وقت کیا حالت ہوئی تھی جو شخص پہلی مرتبہ رشوت لیتا ہے تو اوسوقت یہ معلوم ہوتا ہے جیسے اسپر گھڑوں پانی پڑگیا۔اور خود اپنی نظر میں اپنی عزت جاتی رہتی ہے۔اسیطرح اول مرتبہ زنا کرنے سے خود اپنے اوپر شرم آتی ہے اور خود اپنی نظر میں آدمی ذلیل ہوجاتا ہے۔یہی حالت دوسرے گناہوں کی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر گناہ طبیعت کے خلاف ہے اور شرع کے تمام حکم طبیعت کے موافق ہیں البتہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں کہ اون کا اثر فوراً ہی ہر شخص کو نہیں معلوم ہوتا۔بلکہ مرنے کے بعد معلوم ہوگا۔

۴ حضورؐ کے احکام مصلحت کے موافق ہیں

غرض یہ ہے کہ حضورؐ نے وہی باتیں بتلائی ہیں جو طبیعت کے موافق ہیں تو اس حدیث میں جو ارشاد فرمایا ہے کہ دوسروں سے عبرت پکڑو وہ بھی طبیعت کے موافق ہے۔دیکھو اگر ایک چور کو سزا ہو تو دوسرے کے لئے فائدہ اسمیں ہے کہ چوری چھوڑدے اور نقصان اس میں ہے۔کہ دوسروں کی سزا دیکھے اور برابر کئے جائے اور جب یہ حالت رہے گی تو مثل مشہور ہے کہ سودن چور کے ایک دن شاہ کا۔کبھی کبھی یہ بھی پکڑا جائے گا۔حضرت عمرؓ کے پاس ایک چور پکڑا ہوا آیا آپنے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔اس نے کہا اے امیر المومنین[عه] میں نے پہلی ہی مرتبہ یہ چوری کی تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو غلط کہتا ہے خدا تعالےٰ کی یہ عادت نہیں ہے وہ کبھی اول گناہ پر نہیں پکڑتے آخر دریافت[1] جو کیا گیا

ایک چور کی حکایت

عه اے مسلمانوں کے سردار ۱۲۔

(باقی آیندہ)

ظاہری ہاتھ لے لئے تو باطنی ہاتھ عطا فرمادیے اور ایک کی ظاہری آنکھیں لے لیں تو باطنی آنکھیں عطا فرمادیں۔ اور یہاں تو عوض مثل مقصود کے تہا۔ مگر ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عوض تو ضرور ملتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ہم چاہیں وہی ملجاوے بلکہ جو علم حق میں بہتر ہوتا ہے وہی ملتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ:-

گر بسوزد باغت انگورے دہد　　　　در میانِ ماتمت سورے دہد

یعنی اگر تمہارا باغ جلا دیں تو انگور دے دیتے ہیں اور ماتم کے درمیان میں تمکو خوشی عطا فرماتے ہیں۔

آن شل بے دست را دستے دہد　　　　کان غمہا را دلِ مستے دہد

۲۶۱

یعنی وہ شل بے دست و پا کو ہاتھ عطا فرماتے ہیں اور معدن غموم کو دل مست (عن السرور) دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو کچھ بہی وہ لیلیں اوس کا عوض ضرور ملتا ہے خواہ وہ مرضی موافق اوس فاقد کے ہو یا نہو۔ اور خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں مگر ملے ہر ملے۔ جب یہ حالت ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

لا نسلم و اعتراض از ما برفت　　　　چوں عوض می آید از مقصود رفت

یعنی ہم سے لا نسلم اور اعتراض جاتا رہا۔ جبکہ عوض مقصود کا عظیم ملجاتا ہے ما سے مراد فرقہ یعنی ہمارے گروہ میں اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ گروہ اعتراض نہیں کرتی اسلئے کہ ہر مقصود کا اونکو اوس سے بڑھکر عوض ملجاتا ہے۔

چونکہ بے آتش مرا گرمے دہد　　　　راضیم گر آتشِ ما را کشد

یعنی جبکہ بے آتش کے مجھے گرمی عطا فرماتے ہیں تو میں راضی ہوں اگر

میری آگ کو بجھا دیں مطلب یہ کہ ہمیں یہ مجال نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ اس کام کو اس طریق سے انجام دیا جاوے بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اصل کام ہو جاوے سو اگر مثلاً وہ بے آگ کے ہمارے لئے گرمی پیدا کر دیں تو ہمارا کیا حرج ہے مقصود جو تھا وہ تو حاصل ہے۔

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنی — این چنین کوریست چشم روشنی

یعنی جبکہ بے (ظاہری) آنکھ کے بینائی عطا فرماتے ہیں تو ایسی کوری تو چشم روشن ہے۔ (پھر اس آنکھ کے مفقود ہونے سے کیا حرج ہوا۔)

بے چراغے چون دہد او روشنے — گر چراغت شد چہ افغان میکنی

یعنی بے چراغ کے جب وہ روشنی عطا فرماتے ہیں تو اگر تمہارے پاس چراغ نہ ہو تو فغاں کیوں کرتے ہو۔ اسلئے کہ مقصود تو حاصل ہے اب جس طرح وہ چاہیں اوس طرح کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ تمہاری مرضی کے مطابق ہوا کرے آگے اولیاء اللہ کے مذاق کو ذکر فرماتے ہیں کہ بعض ایسے رضی برضا ہوتے ہیں کہ وہ دعا کرنا بھی حرام جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعا کرنا گویا کہ قضا میں دخل دینا ہے مگر یہ اون کا ایک حال ہوتا ہے کہ اس میں مغلوب ہو کر وہ دعا نہیں کر سکتے۔ باقی کامل وہ ہے جو کہ قضا پر راضی ہو۔ اور پھر رضا کے ساتھ دعا بھی کرے اسلئے کہ دیکھو یہ تو مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کامل تھے اور اون کو رضا رکامل حاصل تھی مگر باوجود اس کے وہ دعا فرماتے تھے تو دعا کرنا تو ایک حال ہے اور رضا کے ساتھ دعا کو جمع کرنا یہ نشانی جامعیت کی ہے اور کمال یہی ہے مگر بعض مغلوب الحال بزرگوں کی یہ شان ہوئی ہے کہ وہ قضا کے سامنے دعا کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب سنئے فرماتے ہیں کہ۔

۲۶۲

بشنو اکنون قصۂ آن رہروان — کہ ندارند اعتراضے در جہان

زاولیا اہل دعا خود دیگرند — کہ ہمی دوزند و گاہے مے درند

قوم دیگر مے شناسم ز اولیا — کہ دہان شان بستہ باشد از دعا

از رضا کہ ہست رام آن کرام — جُستن دفع قضا شان شد حرام

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص — کفر شان آید طلب کردن خلاص

حُسن ظنے بر دل ایشان کشود — کہ نپوشند از غمے جامہ کبود

ہر چہ آید پیش ایشان خوش بود — آب حیوان گردد از آتش بود

زہر در حلقوم شان شکر بود — سنگ اندر راہ شان گوہر بود

جملگی یکسان بود شان نیک و بد — از چہ باشد این ز حُسن ظنِ خود

کفر باشد نزد شان کردن دعا | کای الٰہ از ما بگردان این قضا

گفت بہلول آن یکے درویش را | چونے اے درویش واقف کن مرا

گفت چون باشد کسے کہ جاودان | بر مرادِ او رود کارِ جہان

سیل جوہا بر مرادِ او روند | اختران زان سان کہ او خواہد شوند

زندگی و مرگ سرہنگان او | بر مرادِ او روانہ کو بکو

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت | ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت

سالکانِ راہ ہم بر کام او | ماندگان راہ ہم در دامِ او

ہیچ دندانے نہ جنبد در دہان | بے رضا و امرِ او فرمان رسان

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ | بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ

بے مراد او نجنبد ہیچ رگ | در جہان ز اوج ثریا تا سمک

گفت اے شہ راست گفتے ہمچنین | در فر و سیمائے تو پیدا ست این

الخرائطی فی المکارم
من حدیث عمر من
قوله لکن بلفظ من
اقام نفسه مقام
التهمة فلا یلومن
من اساء الظن
به قلت روی فی
کنوز الحقائق عن
تاریخ البخاری اتقوا
مواضع التهم **ف**
فیه النکیر علی من
یدعی الطریق و یتجرأ
علی افعال خالفت
الشریعة ظاهرا او حقیقة
و یسمی نفسه بالملامتیة
و یتثبت ببعض من
سبق ولا یدری ان
غیر المعذور لیس
کالمعذور و ثم ان ذلک
الزمان کان زمان
الشرع فلا یتعدی

اوسکو خرائطی نے مکارم میں حضرت
عمرؓ کی روایت سے خود اون کا
قول کرکے نقل کیا ہے لیکن اوس کے
الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو
تہمت کے مقام پر قایم کرے گا
سو یہ شخص اوسکو ملامت نہ کرے جو
اسپر بدگمانی کرے۔ میں کہتا ہوں
کنز الحقائق میں تاریخ بخاری سے
روایت کیا ہے کہ تہمت کے موقعوں سے
بچو۔ **ف** اس میں اوس شخص پر نکیر ہے
جو طریقت کا مدعی ہوکر ایسے افعال پر
جرأت کرے جو ظاہراً یا حقیقۃً شریعت
کے خلاف ہوں اور اپنے کو ملامتی کہو
اور بعضے بزرگان پیشین کی سند پکڑے
اور یہ نہیں سمجھتا کہ غیر معذور کا حال معذور
جیسا نہیں (یعنی اون بزرگوں کو کچھ
عذر تھا اور اس شخص کو کوئی عذر نہیں) پھر وہ
زمانہ شرع کا تھا اسلئے ایسے فعل کا ضرر
دوسروں تک نہ پہونچتا تھا دو وجہ سے
ایک یہ کہ عام لوگ بھی اس فعل کو برا سمجھکر
اوسکا اتباع نہ کرتے تھے۔ دوسرے سزا

۲۱

ضرر هذا الصنيع الى
غيره وزماننا
هذا زمان الخلاعة
فيلجأ كل متبع للهوى
الى صنيع هذا الملامتي
ويفسد عليه دينه وايضا لم
يكن ذلك المقيس
عليه مقتدى زمانه
وربما يكون هذا المقلد
مقتدى وقته
فيفسد دين العوام

۱۲

الحديث من سمع
سمع الله به ومن
راءى راءى الله به
متفق عليه

ذم الریاء والشہرۃ

ف نص في ذم
حب الشهرة
والرياء ويوجد
تارة بقصد سوية
الناس وتارة
بقصد بلوغ

شرعی کے خوف سے کسیکی ہمت اوس کے
ارتکاب کی نہ ہوتی تہی) اور رہا زمانہ
آزادی کا ہے پس ہر نفس پرست شخص
اس ملامتی کے اس فعل کی پناہ لیکر اوس
فعل کو کرنے لگیگا اور اوس کا دین
خراب ہوگا نیز جس بزرگ پر اپنے کو
قیاس کرتے ہو وہ بزرگ اپنے زمانہ میں
مقتدا نہ تہے (کیونکہ ایسے شخص کو کوئی
مقتدا نہ سمجھتا تہا) اور یہ نقال اکثر اپنے
وقت کا مقتدا ہوتا ہے اس سے
عوام کا دین تباہ ہوتا ہے

حدیث۔ جو شخص (اپنے اعمال خیر کو)
سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ (دنیا میں
یا آخرت میں) اوس (کے عیوب) کو
سناویگا اور جو شخص (اپنے اعمال خیر کو)
دکہلانا چاہیگا اللہ تعالیٰ (دنیا میں یا
آخرت میں) اوس (کے عیوب) کو
دکہلاوے گا روایت کیا اسکو بخاری
ومسلم نے **ف** یہ حدیث صریح ہے
حب جاہ وریا کی مذمت میں اور اس کا
تحقق کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ

الخیرالے الناس والحدیث یشملهما وهو من امهات مسائل الفن

شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور کبھی اس طور سے ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا قصد کرتا ہے کہ لوگونکو خبر پہونچ جاوے (اور وہ سن لیں) اور حدیث دونوں کو شامل ہے اور یہ فن طریقت کے اہمات مسائل سے ہے۔

الحدیث من عبد الله بجهل کان ما یفسد اکثر مما یصلح قیل انه من کلام ضرار ابن الازور الصحابی وللدیلمی من حدیث واثلة ابن الاسقع مرفوعاً المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحونة ف والحدیث ینعی علی المتصوف الجاهل بالحدود الشرعی

حدیث۔ جو شخص جہل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو وہ جتنا دین کو بگاڑے گا وہ اوس سے زیادہ ہوگا جتنا سنوارے گا (گویا اسیکا ترجمہ ہے

خیالات نادان خلوت نشین۔
بہم بر زند عاقبت کفر و دین۔)

بعض نے کہا کہ یہ حضرت ضرار بن ازور صحابی کے کلام سے ہے اور دیلمی کے نزدیک واثلہ بن الاسقع کی روایت سے مرفوعاً اس طرح ہے کہ عبادت کرنے والا بدون علم کے ایسا ہے جیسا گدھا چکی میں۔

ف اور یہ حدیث اوس صوفی کی بدحالی ظاہر کر رہی ہے جو حدود شرع سے

ویزید نعیاً
اذا ذم العلم و
اھلہ وبعد نفسہ
ممن لم یکتسب
الشر اثم من
حلق المدرس
ممن مضیٰ ولا یدری
ان تحصیل
الشرائع لہ
طرق واصل
الطریق الصحبۃ
فلا یلزم من نفی
الدرس نفی العلم
وھذا الجاھل
لم یتدرس ولم
یصحب العلماء
فانی ھذا منھم
الحدیث من عشق
فعف وکتم فمات
مات شھیداً
رواہ فی المقاصد

ناواقف ہو۔ اور اس بدحالی کا اظہار
اوسوقت اور زیادہ ہوجاوے گا جبکہ
شخص علم اور اہل علم کی مذمت بھی کرتا
ہو اور اپنے کو اس جماعت میں شمار
کرتا ہو جنہوں نے پہلے بزرگوں میں سے
علوم شریعت کو مدارس سے حاصل
نہیں کیا۔ اور یہ شخص اتنا نہیں جانتا کہ
تحصیل شرائع کے طرق مختلف ہیں
اور اصل طریق اس کا صحبت ہے۔
(کہ علمائے کے پاس رہ کر احکام کا علم
حاصل کرے) پس درس کی نفی سے
علم کی نفی لازم نہیں اور اس جاہل نے
تو مدرسہ میں پڑھا اور نہ علماء کے
پاس رہا پس کہاں یہ اور کہاں وہ
بزرگان دین او لنعم ما قیل ؎
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
حدیث۔ جو شخص (کسی پر بلا اختیار)
عاشق ہوجاوے پھر عفیف رہے اور
پوشیدہ رکھے پھر مرجاوے وہ شہید
مرے گا اس حدیث کو مقاصد میں متعدد

(باقی آئندہ)

ڈرتے ہیں اور اس لئے موت کو یاد نہیں کرتے حالانکہ اصلاح بھی فرض ہو چکی اور اس کے لئے موت کی یاد بھی فرض ہو چکی ہے کہ یہ اس کا اچھا علاج ہے (وعظ ایضاً ص۵ س۱۶)

(۱۱۱) **حکایت** بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام علوم حتیٰ کہ طبعیات سائنس وغیرہ سب قرآن شریف میں ہیں چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹروں نے تحقیق کر لیا ہے کہ مادہ منویہ میں کیڑے ہوتے ہیں سو قرآن شریف میں یہ مسئلہ مذکور ہے اس لئے کہ فرمایا ہے خلق الانسان من علق۔ اور علق کے معنے جونک۔کے ہیں حالانکہ یہاں علق کے یہ معنی نہیں ہیں بلکہ خون بستہ کے ہیں۔ وہ زبردستی اس تحقیق کو قرآن شریف کا مدلول بناتے ہیں ایک اور سائنس داں کہتے تھے کہ جیسے حیوانات میں نر مادہ ہیں اسیطرح نباتات میں بھی ہیں اور قرآن شریف میں اس کا بھی ذکر ہے خلق الازواج کلہا اس عقلمند نے ازواج کا ترجمہ یہاں بیوی سے کیا حالانکہ زوج کے یہاں یہ معنی نہیں ہیں بلکہ بمعنی اصناف ہے۔

صاحبو! یہ طریقہ جو اختیار کیا گیا ہے سخت مضر ہے ؎ دوستی بیخرد چون دشمنی است اس میں بڑی دشمنی ہے اسلام کے ساتھ اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس کے مسائل منقح نہیں ہوئے اور اسکو اہل سائنس بھی مانتے ہیں کہ ہمکو ابتک اس دریا کا ایک قطرہ بھی حاصل نہیں ہوا جبکہ مسائل منقح نہیں ہوئے تو اگر آج آپ نے کسی جدید تحقیق کو قرآن شریف کا مدلول بنایا مثلاً یہی کہ تخم درخت میں نر مادہ ہوتے ہیں اور سو برس بعد یہ تحقیق غلط ثابت ہو گئی اور دوسری تحقیق نئی ہوئی تو اس میں تکذیب کلام الٰہی کی بھی لازم آئے گی پس یہ لوگ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق بن رہے ہیں (وعظ ایضاً صفحہ ۲)

(۱۱۲) **مثال**۔ اہل دنیا کوتاہ نظری دکھلاتے ہیں اسکی یوں مثال سمجھو کہ ایک شخص قلم سے لکھ رہا ہے چند چیونٹیوں نے دیکھا ایک نے

کہا کہ یہ نقوش خود بخود ہو رہے ہیں دوسری جو اس سے وسیع النظر تھی اس نے کہا کہ نہیں بلکہ قلم چل رہا ہے۔ تیسری اس سے بھی وسیع النظر تھی اس نے کہا کہ قلم خود نہیں چل رہا ہے بلکہ وہ انگلیوں میں ہے انگلیاں اوسکو چلا رہی ہیں۔ جو ان سب میں محقق تھی اوس نے کہا کہ انگلیاں خود بخود نہیں چل رہیں بلکہ ایک قوت ارادیہ اون کو چلا رہی ہے اب تلائیے کہ اون میں محقق کون ہے ظاہر ہے کہ جس نے قوت ارادیہ کا پتہ چلا لیا وہ محقق ہے باقی سب کوتاہ نظر ہیں ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

قال الجدار للوتد لم تشقنی قال الوتد انظر الی من یدقنی

(الاتعاذ بالغیر دعوات ۶ ص ۱۷ س ۱)

(۱۱۳) حکایت اسی قرب کے حافظ عن التشویش ہونے پر ایک حکایت یاد آئی افلاطون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ جب آسمان کمان ہو اور حوادث تیر اور خدا کمان انداز ہو تو آدمی کہاں جا کر بچے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تیر انداز کے پاس جا کر کھڑا ہو کہنے لگا بیشک آپ نبی ہیں یہ علوم انبیاءؑ کا حصہ ہے (وعظ ایضاً ص ۲۰ س ۹)

(۱۱۴) مثال بعض نصوص میں ہے کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا زندہ کی ہڈی توڑنا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فعل سے روح کو کچھ الم ہوتا ہے مگر جس قسم کے الم روح کے متعلق مع الجسم کی حالت میں ہڈی توڑنے سے روح کو ہوتا ہے وہ الم نہیں ہوتا۔ اسکو ایک مثال کے ضمن میں سمجھنا چاہیے مثلاً زید کے بدن کو اگر مارا جائے تو اوسکو تکلیف ہوگی اور زید کی رضائی اوتار کر چولہے میں رکھدی جاوے تب بھی تکلیف ہوگی مگر دونوں تکلیفیں جدا جدا ہیں۔ پس روح کے مفارق ہونے کے بعد روح کو ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے رضائی جلانے سے زید کو ہوئی۔ اور اس تکلیف کی وجہ بھی وہی تعلق سابق ہے۔ جو بدن کے ساتھ اس کو تھا

وہ تعلق اوسکو مستحضر تہا اسلیئے تکلیف ہوتی ہے (وعظ غض البصر دعوات جلد ۲ صد ۳۲ صد ۲ سط ۱۵)

(۱۱۵) **حکایت**۔ ایک طبیب تہے وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے پہلے روز کی حالت سے اُس روز کچھ تغیر پایا تو کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کہائی ہے اُس سے تم کو یہ تکلیف بڑھ گئی اوس نے کہا حضور بیشک نارنگی کہائی ہے جب وہاں سے فارغ ہوکر آئے تو راستہ میں شاگرد صاحب نے پوچھا کہ حضرت آپکو کیسے معلوم ہوگیا کہ اس نے نارنگی کہائی حکیم صاحب نے فرمایا کہ بہائی بات یہ ہے کہ اس کا مزاج اور حالت دیکھ کر مجھکو معلوم ہوگیا کہ کوئی بارد شے اِس نے کہائی ہے اور نارنگی کی تعین اس سے معلوم ہوئی کہ اِس کی چارپائی کے نیچے میں نے نارنگی کے چھلکے دیکھے شاگرد صاحب احمق تو تہے ہی جب طب پڑھکر فارغ ہوئے تو کسی رئیس کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے ان کی چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا تھا فرماتے ہیں کہ بس معلوم ہوگیا آپ کو جو یہ مرض ہوا ہے آپ نے نمدہ کہایا ہے حاضرین سب ہنس پڑے اور طبیب کا حمق سب پر واضح ہوگیا ؛

55

(۱۱۶) **حکایت**۔ مجھکو شاہ محمود غزنوی کی حکایت یاد آگئی محمود نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک ہمراہی سپاہی نے ایک مندر میں جاکر دیکھا کہ ایک بوڑھا برہمن پوجا پاٹ کر رہا ہے۔ سپاہی نے تلوار دکھائی کہ کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو ورنہ اس تلوار سے دو ٹکڑے کردوں گا برہمن نے کہا کہ حضور ذرا ٹھیرئے سپاہی نے پہر تقاضہ کیا برہمن نے کہا کہ حضور نوے ۹۰ برس کا رام تو دل میں سے نکلتے ہی نکلے گا ذرا سی دیر میں کیسے نکل جاوے خوب کہا ہے ؎

صوفی نہ شود صافی تا در نہ کشد جامے | بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ہمت مت ہارو مجاہدہ کرتے رہو رفتہ رفتہ یہ تقاضا ضعیف ہوجاوے گا

اور قابو میں آجاوے گا کہ اپنے محل پر صرف ہو گا اور غیر محل کے لئے متحرک نہ ہوگا اور یہی مطلوب ہے (وعظ غض البصر دعوات ۲ ص ۲۱)

(۱۷) **حکایت**۔ ایک غیر ملک کے دیہاتی نے ریل کا سفر کیا اور قریب ایک من کا بورہ اپنے ساتھ لیا۔ جب اسٹیشن پر پہونچا تو ملازمین ریلوے نے ٹکٹ کے ساتھ اسباب کی بلٹی بھی طلب کی اس نے بجائے بلٹی کے بھی اپنے ٹکٹ ہی کی طرف اشارہ کیا ملازمین ریلوے نے اسکو سمجھانے کے طور پر کہا کہ تمہارا اسباب چونکہ پندرہ سیر سے زیادہ ہے اور پندرہ سیر سے زیادہ اسباب محصول ادا کئے بغیر لیجانے کی اجازت قانون ریلوے میں نہیں ہے اسلئے ایک بلٹی اس اسباب کی بھی ہونی چاہیئے یہ سنکر وہ دیہاتی کہتا ہے کہ پندرہ سیر سے یہ خاص وزن مراد نہیں بلکہ وہ مقدار جسکو ایک آدمی اٹھا سکے اور چونکہ ہندوستانی لوگ پندرہ سیر ہی اُٹھا سکتے ہیں اس لیے یہ خاص وزن لکھدیا گیا ہے اور ہم ایک من اٹھا سکتے ہیں اسلئے ہمارے ایک من کے لئے وہی قانون ہو گا جو تمہارے پندرہ سیر کے لیے ہے خیر یہ حکایت تو ایک لطیفہ ہے لیکن ہم کو اس سے سبق لینا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کیا وہ ٹکٹ کلکٹر اس دیہاتی کے جواب کو سنکر اسکو معذور سمجھے گا یا اس کے لئے ضروری ہو گا کہ کتاب قانون لاکر اس دیہاتی کے سامنے رکھدے اور اسکو قانون سمجھانے کی اور اس کے اشتباہ رفع کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ ہر شخص کے ساتھ ایسا کیا کرے تو کیا اپنے منصبی کام کو پورے طور سے انجام دے سکے گا کبھی نہیں بلکہ یہ شغلہ اوسکو معطل کر دے گا۔ پس ان ساری دقتوں کو پیش نظر رکھکر آپ بتلائے کہ ٹکٹ کلکٹر کیا کرے گا صرف یہی کہ ہاتھ پکڑ کر اسکو پولیس کے حوالہ کر دے گا تو جیسا اس دیہاتی نے قانون کی غلط تفسیر کی تھی اسی طرح آجکل قرآن شریف کی غلط تفسیر کیجاتی ہے اور زور دیکر کہا جاتا ہے

۵۶

(باقی آئندہ)

(ح) زمین میں سے ایک چشمہ یا یہ کہ آپ کے لئے ایک باغ کھجوروں کا اور انگوروں کا پھراون کے درمیان نہریں گھماویں۔ یا ہمارے اوپر ایک ٹکڑا آسمان کا گرادیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آویں۔ یا آپ کا ایک گھر ہو بہت سجا ہوا۔ یا آپ آسمان پر چڑھ جاویں۔ اور اگر ایسا کر بھی دیا تو اس کا یقین ہم جب کریں گے کہ وہاں سے ایک کتاب ہمارے اوپر اتار دیں جسکو ہم پڑھ کر بھی دیکھ لیں۔ کہدیجئے سبحان اللہ میں تو صرف ایک انسان ہوں جو رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور ان اللہ عھد الینا ان لا نؤمن لرسول حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار قل قد جاء کم رسل من قبلی بالبینت وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صدقین۔ یعنے کفار نے کہا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جبتک کہ وہ ایسی قربانی نہ لاوے جس کو آگ کہا جاتی ہو۔ کہدیجئے کہ مجھے پہلے تمھارے پاس بعض پیغمبر کھلی کھلی دلیلوں کے ساتھ اور اسی قربانی کے ساتھ آئے جس کا مطالبہ تم مجھ سے کرتے ہو تو انکو تم نے کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو اور وقالوا ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منھا۔ یعنے یہ کیسے رسول ہیں کہ کہاتے پیتے ہیں، اور بازاروں میں پھرتے ہیں انپر ایک فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا جو ان کے ساتھ رسالت کا کام کیا کرتا یا ایک خزانہ ان کو دے دیا جاتا یا ایک باغ ہوتا جس میں سے یہ کہایا کرتے (مطلب یہ ہے کہ یہ بڑے شاندار ہوتے رسالت کے کام بھی فرشتے بنابت میں کرتے اور دولت بہت سی ہوتی تو خدم حشم ہوتے اور دنیا کے کام وہ کرتے یہ بادشاہوں کی طرح مسند پر بیٹھے رہا کرتے) اس کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں تبارک الذی

۳۷

سلے اہل فطرت غور کریں کہ اس جواب سے کس قدر وضاحت کے ساتھ معجزات عملیہ کا امکان ثابت ہوتا ہے۔ ہاں وقوع مفوض الی مشیۃ اللہ العلیم الحکیم ہے ۱۲۔

(ح) ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنت تجری من تحتها الانہار ویجعل لک قصورا ۱۲ یعنے بڑی بابرکت ہے وہ ذات کہ اگر چاہے تو بناوے آپ کے واسطے اس سے بھی بہتر چیزیں بہت سے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور بناوے آپ کے واسطے بہت سے محل۔ مطلب یہہ ہے کہ ہماری قدرت اوس سے بھی بڑی ہے جو کفار تجویز کرتے ہیں مگر مصلحت کا علم بھی ہم ہی کو ہے ہم جانتے ہیں کہ منصب رسالت کے مناسب کیا ہے دنیا میں پہننا یا دنیا سے علیحدگی اور سادہ زندگی یا امیرانہ زندگی اور یہ بھی کہا گیا وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا یعنے منکرین آخرت نے کہا کیوں نہیں آتارے گئے ہمارے اوپر فرشتے یا ہم خدائے تعالے کو دیکھتے جواب میں ارشاد ہوا۔ لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا۔ یعنے اپنے دل میں بہت ہی کچھہ بڑا بننا چاہتے ہیں (کہ یہ حوصلہ کیا ہے کہ ہم خدائے تعالے کو دیکھیں) اور بڑی سرکشی اختیار کی (کہ خدائی تجویزوں کے سامنے اپنی تجویزیں پیش کرتے ہیں)

غرض طرح طرح کے بے سروپا مطالبات انبیاء علیہم السلام سے کیے جاتے تھے۔ یہ تین مقدمات ہوئے جن کو ہم نے کسیقدر طول کے ساتھ بیان کیا ہے سہولت استحضار کے لیئے اونکو بطور خلاصہ اعادہ کیے دیتے ہیں۔

مقدمہ اولی۔ معجزہ حق تعالی کا فعل ہے۔ مقدمہ ثانیہ حق تعالے اپنے افعال کی حکمت اور موقع ومحل اور ضرورت وعدم ضرورت کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ مقدمہ ثالثہ۔ انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ ہمیشہ نہ تحقیق کے لیے کیا جاتا تہا نہ ہر مطالبہ اس قابل تہا کہ اوسکو پورا کیا جاوے۔ ان تینوں مقدمات پر نظر رکھیے۔ اور ان میں سے جس کے متعلق کوئی تردد پیدا ہو گذشتہ تفصیلی بیان سے اوسکو رفع کر لیجیے۔ اس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا بہت آسان ہے کہ بہت سے معجزات جنکا مطالبہ

(ح) کفار کرتے تھے ضرور ایسے تھے جو غیر ضروری تھے اس کے وجوہ بیان ماسبق سے بہت سہولت کے ساتھ سمجھ میں آسکتے ہیں مثلاً یہ کہ معجزہ حق تعالے کا فعل ہے اور حق تعالے احکم الحاکمین اور مختار مطلق ہیں کسیکو اونکو کسی فعل پر مجبور کرنے کا حق نہیں خواہ کسیکو ہدایت ہو یا نہو۔ یہ تو ضابطہ کی اور حاکمانہ بات ہے اور حق تعالے علیم وحکیم ہیں مطالبات کے پورا کرنے کے مواقع کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ نہ جاننے والے کو جاننے والے کے کام میں دخل دینا جائز نہیں یہ حکیمانہ بات ہے اور بہت سے مطالبات پر مقصود یعنے ایمان وہدایت کا مترتب ہونا بھی یقینی نہیں محض رسول کو دق کرنے کے لئے وہ مطالبات کیے جاتے تھے تو اون کا پورا کرنا بازیچۂ اطفال کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ غرض بہت سے مطالبات پورا کرنے کے قابل نہ تھے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جن آیتوں میں معجزات کی نفی کی گئی ہے اونمیں مراد یہی مطالبات ہیں اور جن میں معجزات کا اثبات کیا گیا ہے اونمیں مراد دیگر معجزات ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ معجزات کا وجود ممکن ہے اور صدہا اور ہزاروں معجزات وقوع میں آئے خصوصاً ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اسقدر معجزات ظہور میں آئے کہ کتابیں اون سے بھری پڑی ہیں (دیکھو الکلام المبین فی آیۃ رحمۃ للعالمین۔ مصنفہ جناب مفتی عنایت احمد صاحب)۔ ہماری اس تقریر سے آیات میں ایسی تطبیق ہوجاتی ہے کہ کہیں کسی تاویل کی حاجت نہیں رہتی اور دور از کار اور بے بنیاد اور خلاف واقع باتیں نہیں تراشنی پڑتیں جن کی حقیقت تحریف ہے۔

اہل فطرت نے سات آتیں پیش کی تھیں جس سے بزعم خود معجزات کی نفی ثابت کی۔ ہم نے تئیس آیتیں پیش کی جنسے معجزات کا ثبوت ہوتا ہے اور دونوں قسم کی آیتوں میں تطبیق اس طرح دی کہ آیات نفی میں مراد وہ معجزات ہیں جو کفار محض دق کرنے کے لئے طلب کرتے تھے مقصود اونکا تحقیق حق اور ایمان

٥٧ اور بھی بہت سی کتابیں اس موضوع پر موجود ہیں۔ ۱۲-

(ح) لانا تھا۔ اور آیات مشتبہ میں معجزات واقعیہ مراد ہیں۔ جنکو حق تعالےٰ نے اپنے نبیوں کی تصدیق کے لئے حسب موقع و محل دکھایا۔ (اسکو ہم بہت تفصیل کے ساتھ الزامات و تحقیقاً بیان کر آئے ہیں) اب ہم کہتے ہیں کہ اون سات آیتوں سے بھی نفی معجزات نہیں ہوتی۔ اسکے لئے ہم فرداً فرداً ایک ایک آیت میں کلام کرتے ہیں ۔

آیت اول۔ وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتأتیھم بآیۃ پارہ واذا سمعوا قریب نصف

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں کہ آپ چاہیں کہ کوئی آیت یعنے معجزہ لے آئیں تو نہیں لا سکتے اس سے زیادہ اور کیا تصریح نفی معجزات کی ہو سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں لا تقربوا الصلوٰۃ نہ کہیئے آیت کو پورا پڑھیئے اور غور سے پڑھیئے اور سباق و سیاق کو بھی دیکھیے۔ اسی کے آگے آیت دوم آتی ہے جس سے معجزہ کا امکان ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ناظرین عنقریب پڑھیں گے۔ اگر اس آیت اول سے عدم امکان معجزہ کا ثابت ہوتا ہے تو آیت دوم سے امکان ثابت ہوتا ہے تو دونوں آیتوں میں تعارض ہوگا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ بات یہ ہے کہ اس آیت اول میں ہر لفظ کو بصیغۂ خطاب ارشاد فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ چاہیں تو معجزہ نہیں لا سکتے یعنے آپ کے اختیار میں نہیں کیونکہ معجزہ فعل حق تعالےٰ کا ہے اور وہ فاعل مختار ہیں اونپر کسیکا جبر نہیں ہو سکتا اونکی شان تو یہ ہے لا یسئل عما یفعل۔ یعنے کوئی اون سے کسی اون کے فعل کی وجہ بھی نہیں پوچھ سکتا چہ جائے کہ کسی فعل پر مجبور کرے اور آیت دوم میں تصریح ہے کہ ان اللہ قادر علی ان ینزل آیۃ یعنے اللہ تعالےٰ قادر ہے اسپر کہ کوئی معجزہ اتارے اور جو چیز مقدور ہوتی ہے وہ ممکن ہوتی ہے اس تقریر سے دونوں آیتوں کا مطلب صاف ہو گیا اور ہمارا مدعا ثابت ہو گیا

(باقی آئندہ)

بخاری نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ ایک روز وہ وضو کر کے اپنے گھر سے چلے اور وہ بیان کرتے تھے۔ کہ میں نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ آج میں دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہوں گا اس کے بعد وہ مسجد میں گئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ آپ فلاں جانب تشریف لے گئے ہیں حضرت ابو موسےٰ کہتے ہیں کہ میں آپ کے نشان قدم پر آپ کو پوچھتا ہوا چلا یہاں تک کہ یہ معلوم ہوا کہ آپ "بیر اریس" (نامی کنوئیں) پر تشریف لے گئے ہیں۔ میں دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قضائے حاجت سے فراغت پائی اور آپ وضو کر چکے تو میں آپ کے پاس گیا دیکھا کہ آپ "بیر اریس" پر بیٹھے ہوئے اور اس کی جگت کے بیچ میں تشریف رکھتے ہیں اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولے ہوئے اور دونوں بیر کنوئیں کے اندر لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا پھر میں اس کے بعد لوٹ آیا اور دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اپنے دل میں کہا آج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ اسی اثنا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے دریافت کیا کون شخص؟ انہوں نے کہا ابوبکرؓ۔ میں نے کہا اچھا ٹھیرو اس کے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو۔ اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ چنانچہ میں گیا۔ اور میں نے

ابوبکرؓ سے کہا کہ اندر آجایئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت
کی بشارت دیتے ہیں۔ پس ابوبکر اندر آئے اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی داہنی جانب آپ کے ساتھ ہی جگت پر بیٹھ
گئے اور انہوں نے بھی اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکائے۔
جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔
اور اپنی پنڈلیاں بھی انہوں نے کھولدیں اس کے بعد
میں اپنی جگہ پر بیٹھ گیا میں اپنے بھائی کو (گھر) وضو
کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ اور وہ بھی میرے پاس آنے کا
ارادہ رکھتا تھا۔ پس (اس وقت) اپنے دل میں کہا کہ اگر اللہ
اس کے ساتھ نیکی کرنا چاہے گا۔ تو اُسے بھی یہاں لے آئیگا
میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی ہی تھی کہ یکایک ایک شخص
آکر دروازہ ہلانے لگا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون؟ اس نے
کہا عمر بن خطاب میں نے کہا اچھا ٹھیریئے اس کے بعد میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور میں نے
آپ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن خطاب اندر آنے
کی اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا ان کو اجازت دو
اور جنت کی بشارت دو۔ چنانچہ میں دروازے کے پاس
گیا۔ اور میں نے کہا اندر آجایئے۔ آپ کو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے پھر وہ بھی رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنوئیں کی جگت پر آپ کے
بائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے دونوں
پیر کنوئیں میں لٹکائے اس کے بعد پھر میں اپنی جگہ
پر جاکر بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنے دل میں کہا

کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہیں تو اسکو اس وقت یہاں بھیجدیں (دریائے رحمت اس وقت جوش پر ہے اسکو بھی کچھہ حصہ مل جائے) یکا یک ایک شخص آکر دروازہ کو ہلانے لگا۔ میں نے دریافت کیا کون؟ اس نے جواب دیا۔ عثمان بن عفان۔ میں نے کہا اچھا ٹھیریے۔ اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو۔ اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ بعوض اس بلوے کے جوان پر ہوگا میں حضرت عثمان کے پاس گیا۔ اور میں نے ان سے کہا کہ اندر آجائیے۔ آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ اس بلوے کے بعوض جو آپ کو پہونچے گا پس وہ بھی اندر آگئے کنوئیں کی جگت خالی نہ تھی۔ لہذا وہ دوسری جانب بیٹھ گئے شریک (اس حدیث کے راوی) کہتے تھے کہ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ میں نے اس حدیث سے انکی قبروں کی ترتیب[1] بھی سمجھی ؀

۴۹

ابن ماجہ اور حاکم نے اسمٰعیل بن امیہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان چلے جاتے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ ہم قیامت

[1] یعنی یہ سمجھا کہ جس طرح شیخین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اسی طرح قبر میں بھی ان تینوں کی ایک جگہ ہوں گی۔ اور جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوسری جانب بیٹھے ان کی قبر بھی علیحدہ ہوگی ۱۲ منہ

دن اسیطرح ساتھ ساتھ مبعوث ہوں گے ۔

ترمذی اور حاکم نے عاصم بن عمر عمری سے انہوں نے عبداللہ ابن دینار سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلا شخص ہوں جسکی قبر شق ہوگی (یعنی سب سے پہلے قبر سے میں اٹھونگا) پھر ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر میں مدفونان جنت البقیع کے پاس جاؤں گا (اور انکو پکاروں گا) تو وہ بھی میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے اس کے بعد مکہ والوں کا انتظار کروں گا الغرض حرمین کے درمیان میں جسقدر لوگ مدفون ہیں وہ سب اُٹھائیں گے ۔

ترمذی نے عبداللہ بن سلمہ سے انہوں نے عبیدہ سلمانی سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ ابھی ایک شخص اہل جنت میں سے تمہارے سامنے آنا چاہتا ہے چنانچہ حضرت ابو بکرؓ سامنے آئے۔ اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ ایک شخص اہل جنت میں سے تمہارے سامنے آنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سامنے آئے ۔

ترمذی اور حاکم نے سلمہ بن کہیل سے انہوں نے ابو الزعراء سے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ پیروی کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے میرے صحابہ میں سے۔ یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کی اور عمار کی روش اختیار کرو اور ابن مسعود کے اقوال سے تمسک کرو۔

(باقی آئندہ)

شائقین مثنوی معنوی کو مژدہ

آجکل تقریباً ہر تعلیم یافتہ شخص کو مثنوی مولانا رومی سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ مگر نادا قفی فن کی وجہ سے اُسکے مطالب کے سمجھنے میں بڑی دقت اور خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اکثر شریعت وطریقت کو علیحدہ سمجھنے لگے یہ غلطی ایسی عام ہو رہی ہے کہ اس میں بہت کثرت سے لوگ مبتلا ہیں۔ اسکی وجہ کچھ تو مکار اور شکم پرور صوفیوں اور سجادہ نشینوں کی بہتات ہے۔ جنھوں نے مثنوی کے اشعار میں اپنے خود ساختہ مطالب کا اضافہ کرکے خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اور متدین مولویوں کو کوچۂ طریقت سے نابلد بتا کر عوام کو الحاد و زندقہ کی سرحد تک پہونچا دیا۔ دوسری وجہ زمانہ حال کی مروجہ اور غیر معتبر یا قدیم ادق اور ناآشنا شرحوں کی تدوین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مثنوی مولانا رومی کی جتنی قدیم شرحیں یا حواشی ہیں۔ وہ اس قدر ادق اور طویل ہیں۔ کہ عام لیاقت کے لوگ اُن کے مطالب سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں اور جو شرحیں عام فہم اور رائج الوقت ہیں۔ اُنمیں اس کثرت سے غیر متعلق باتیں اور رطب و یابس اقوال جمع کردیے گئے ہیں جس سے خلط مبحث ہونے کے ساتھ ساتھ۔ مطالب بالکل خبط ہو جاتے ہیں بلکہ اکثر مقامات شرعی حدود سے اس درجہ متجاوز ہوگئے ہیں کہ نعوذ باللہ کفر و زندقہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ مذکورہ دقتوں سے محفوظ ہو جائیں اور ایمان کی غارتگریوں سے مامون رہیں تو۔ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ کی نہایت عام فہم مختصر مگر جامع اُردو شرح **کلید مثنوی** کا مطالعہ کریں۔

کلید مثنوی کی سب سے بڑی اور ممتاز خوبی یہ ہے کہ تمام ایسے مسائل جن کے مطالب کے سمجھنے میں غلطیوں کی وجہ سے نعوذ باللہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اور اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے شریعت اور تصوف دو الگ چیز سمجھنے لگے ہیں۔ اُن تمام مسائل کو نہایت صاف اور واضح عبارت میں قرآن و احادیث سے ثابت کیا ہے اُن احادیث کے دیکھنے کے بعد تمام شبہات رفع ہو جاتے ہیں اور وہی مسئلہ جو شریعت کے خلاف معلوم ہوتا تھا۔ خالص شرعی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔

الغرض اسی شرح میں یہ تمام مسائل تصوف نہایت عجیب و غریب انداز سے قرآن و حدیث کے دلائل و براہین سے بیان کیے گئے ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں قیمت دفتر اول للعہ دفتر دوم (ہے) ایضاً دفتر ششم (ہے)

المشتہر محمد عثمان۔ تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

الرھبانیۃ فی الاسلام

ترغیب تربیت — خلاصہ تربیت السالک

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

اسلامی دین حنیف اسکی اجازت نہیں دیتا کہ انسان دنیا اور دنیاوی تعلقات سے قطع تعلق کرکے تجرد کی زندگی بسر کرے کیونکہ تمام علائق سے قطع تعلق کرنیکے بعد خدا کا ذکر کرنا بشریت اور انسانیت کے مقاصد سے بعید ہے یہی وجہ ہے کہ سالکان راہ حقیقت اور مرشدان طریقت نے عرفان حق اور معرفت الٰہی کے دو طریقوں میں سے یعنے جذب و سلوک میں سے سلوک کے درجے کو بالاتر بتلایا ہے ان کے نزدیک انسانی کشمکش حیات کا مقابلہ کرکے خوشنودی خالق کو ملحوظ رکھنا اور نفس لوامہ کی تمام خواہشات کا مجاہدہ نہایت خوشگوار اور لذیذ ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ انسان کے اشرف المخلوقات حتی کہ ملائکہ مقربین سے فائق ہونے کی توجیہ صرف یہ ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو بہت سے قطاع الطریق اور رہزنان راہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اور انسانی معاشرت کی کشمکش کا مقابلہ کرنا اور نفس و شیطان سے مجاہدہ کرنا۔ ہوتا ہے۔

بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سالک کو جن دشوار گزار گھاٹیوں اور سنگلاخ میدانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر اور بیشتر سالکین بڑی مہلک غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اسلئے ضرورت تھی کہ ان وبائی امراض کے چند مجرب نسخے مختلف احوال و کیفیات کے مناسب وقتاً فوقتاً بتائے جائیں تاکہ گمشدگان راہ کی ہدایت و فلاح کا ذریعہ ہو اس مقصد کیلئے حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی نے یہ سلسلہ قایم کیا کہ اپنے تمام حلقہ بگوشوں کے فراخور حال جو کچھ انہوں نے اپنی حالت بیان کی اس کا علاج بتلایا۔ اور پھر اس نفع کو عام کرنیکے لیے۔ الامداد کے پرچے میں تربیۃ السالک کے نام سے مسلسل شائع کرانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب وہ طب روحانی کی ایک مستقل کتاب ہو گئی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں سے اپنے حالات کا صحیح اندازہ کرکے اپنے مزاج کے مطابق نسخہ تجویز کرنا ہر طالب سے کتاب کے ضخیم یا الجھا ہوا ہونے کی وجہ سے ممکن نہ تھا اسلئے اسی حکیم کے ایک کہنہ مشق اور تجربہ کار عطار یعنی حضرت مولانا عبدالحی صاحب استاد الکلیہ جامعہ عثمانیہ جبل الجنۃ منشاوی نے اسکا ملخص کرکے ایک ایسا نوشدارو طیار کر دیا۔ جو ہر قسم کے وبائی یعنی زمانی امراض کے لیئے مفید ہے۔ یہ خلاصہ جو آئینہ تربیت کے نام سے معروف ہے۔ ایک ایسی بہترین معیاری اور اتنا کامل مجموعہ ہے کہ اگر اس کے مشورہ پر عمل کیا جائے اور ہر اڑے وقتوں میں اس سے امداد حاصل کیجائے تو انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی اور بہت جلد وصال یار کی مسرت سے بہرہ اندوز ہوگا

(حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مد ظلہ کی تازہ تالیف)

خطبات الاحکام

اس میں جمعہ کے پچاس خطبہ ہیں تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھا جا سکے اسکے علاوہ۔ عیدین و نکاح استسقا کے بھی خطبے درج ہیں اور سب خطبے نہایت سلیس ہیں اور باوجود جامع ہونیکے نہایت مختصر ہیں موجودہ خطبوں میں محض ترغیبی مضامین ہیں حالانکہ ضرورت احکام کی بھی ہے اسواسطے اِن خطبوں میں خاص اہتمام کیساتھ ترغیب و ترہیب کے علاوہ ضروری احکام بھی بیان کئے ہیں مثلاً علم کی فضیلت اور ضرورت عقائد کی درستی پاکی کی فضیلت نماز کی تاکید اور فضیلت۔ قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا اور اسپر عمل کرنا ذکر اللہ اور دعا کی فضیلت نوافل کی فضیلت۔ کہانے پینے میں اعتدال کا حکم نکاح کے حقوق کسب حرام سے پرہیز حقوق عام و خاص خلوت۔ سفر کے آداب۔ نیک کام امر کرنا اور بُرے کام سے روکنا۔ آداب المعاشرت باطن کی اصلاح تہذیب اخلاق شکم اور شرمگاہ کی حفاظت۔ زبان کی حفاظت۔ مذمت غصہ کینہ حسد مذمت دنیا بخل اور مال کی محبت۔ حب جاہ اور ریاکاری کی بُرائی۔ تکبر اور خود پسندی کی مذمت۔ دھوکہ کہانیکی مذمت توبہ کی فضیلت اور ضرورت۔ صبر اور شکر کی فضیلت۔ خوف و رجا۔ فقر و زہد۔ توبہ اور توکل۔ محبت اور شوق اور انس اور رضا اخلاص اور صدق۔ مراقبہ اور محاسبہ۔ تفکر اور سوچنا۔ موت اور بعد موت کا ذکر۔ یوم عاشورہ کے متعلق ہدایتیں صفر کے متعلق و ربیع الاول و ربیع الثانی کی رسوم ماہ رجب کے متعلق ہدایت ماہ شعبان کے احکام ماہ رمضان کی فضیلت روزہ کی فضیلت تراویح کی فضیلت شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت۔ عید الفطر کے احکام حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ۔ ذی الحجہ کے احکام۔ عید الفطر کی فضیلت نیز عید الضحیٰ استسقاء کی نماز۔ منجملہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اسمیں تمام احکام قرآن و حدیث ہی سے ثابت کئے ہیں۔ اور چونکہ خطبہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ غیر عربی میں مضمون بیان کرنا خلاف سنت ہے اسواسطے خطبہ تو محض عربی ہی میں لکھا ہے مگر عوام کے مطالعہ کیواسطے اسکی آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ بھی آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اگر اسکو نماز کے بعد وعظ کی جگہ سُنا دیا جاوے تب بھی مفید ہو قیمت عام رعایتی

ملنے کا پتہ:- محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی